رسائل و مسائل

خلافت و ملوکیت

سوال۔ مشکوٰۃ اور ابوداؤد کی کتاب الفتن کا مطالعہ کرتے ہوئے بعض احادیث ایسی سامنے آئی ہیں جن کا صحیح مفہوم اور تشریح متعین کرنے میں دشواری پیش آرہی ہے۔ آپ بھی اس میں کچھ مدد فرمائیں تو مستحق شکریہ و اجر ہوں گے۔

مثال کے طور پر اس میں ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الخلافۃ ثلثون سنۃ ثم یکون ملکاً۔ اس کے راوی حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو اس کے بعد کہتے ہیں امسک خلافۃ ابی بکر سنتین۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وعلی ستۃ۔ گویا کہ اس روایت میں تیس۳۰ برس کی خلافت اور چار خلفاء کی پیش گوئی ہے جو مسند احمد، ترمذی اور ابوداؤد میں مذکور ہے۔ لیکن اس حدیث کے ساتھ ہی مسلم اور صحاح کی بعض دوسری احادیث موجود ہیں جن میں بارہ خلفاء کا ذکر ملتا ہے جو قریش میں سے ہوں گے، اور جن سے اسلامی شان و شوکت قائم ہوگی۔ ان دوگونہ روایات کی تطبیق و تاویل پوری طرح سمجھ میں نہیں آرہی۔ منکرینِ حدیث یا فضل الرحمٰن اور ان کے پیشوا مستشرقین کو یہاں یہ کہنے کا موقع مل سکتا ہے کہ اہلِ سنت اور اہلِ شیعہ نے تاریخی حالات اور اپنے نظریات کو سامنے رکھ کر ایسی روایات گھڑ لی ہیں اور کتابوں میں داخل کر دی ہیں۔

دوسری حدیث حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے جس میں آنحضورؐ نے "فتنۂ احلاس" کا ذکر فرمایا ہے۔ معلوم نہیں اس فتنے سے کیا مراد ہے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ پھر خوشحالی اور حرب و ضرب کا فتنہ ہے۔ اس حدیث کے الفاظ پُراسرار مگر غیر واضح ہیں۔ اس میں اہلِ بیت کا ایک شخص مذکور ہے

جو ایسا ہوگا جیسے کولھا پسلی پر ہو۔ یہ شخص کون ہو سکتا ہے اور اس تشبیہ کا مطلب کیا ہے؟ یزید اور بنو امیہ کے بعض حامی ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ بعض اقوال کے مطابق یہاں عبداللہ ابن زبیر یا امام حسن یا امام حسین کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ خلافت و امارت کے لیے ان کی جدوجہد نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی اور فتنہ و فساد برپا رہا۔

اس حدیث کے بالمقابل حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت کتاب الفتن ہی میں بخاری سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈے کے ہاتھوں ہوگی۔ بعض دوسری روایات میں بھی آنحضورؐ سے مروی ہے کہ آپ نے چھوکروں کی امارت سے پناہ مانگی ہے۔ اس کا اطلاق بعض لوگ بنو امیہ پر کرتے ہیں۔ بنو امیّہ کو اس بُری پیشین گوئی کا مصداق قرار دینا کہاں تک درست ہے؟

جواب: (از غلام علی) آپ نے جن مختلف احادیث کا حوالہ دیا ہے وہ سب اپنی اپنی جگہ پر صحیح اور برحق ہیں اور ایسی تاریخی سدا قتوں پر دلالت کر رہی ہیں جن کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے رسولِ مقبول صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ علیم و خبیر نے پہلے سے خبر دے دی تھی کہ اس طرح کے واقعات بعد میں رونما ہوں گے۔ جن احادیث میں خلافت کی مدت تیس برس بیان فرمائی گئی ہے اور جن میں بارہ قریشی خلفاء کی تعداد مذکور ہے، ان میں باہم کوئی تعارض نہیں ہے۔ پہلی قسم کی روایات میں خلافتِ راشدہ یا خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی بشارت دی گئی ہے۔ یہ احادیث نہایت مشہور و مستفیض ہیں، جن سے خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت کے حق میں قطعیت کے ساتھ حجت و دلیل قائم ہوتی ہے۔ آپ نے جس پہلی حدیث کا ذکر کیا ہے، اس میں حضرت سفینہؓ خود فرماتے ہیں:

امسك خلافة ابی بكر سنتين وخلافة عمر عشرة وعثمان اثنتي عشرة وعلى ستة۔ گویا کہ ان کے نزدیک اس حدیث میں خلافت صدیقی، فاروقی، عثمانی اور مرتضوی علی الترتیب دو سال، دس سال، بارہ سال اور چھ سال بیان ہوئی ہے۔ اس میں تاریخی اعتبار سے پہلی دو خلافتوں میں چند ماہ کی کمی اور مؤخر الذکر میں اسی طرح کچھ اضافہ ہے۔ مگر بحیثیتِ مجموعی اس تفاوت یا کمی بیشی سے کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ کی شہادت بہرحال وصالِ نبوی کے ۳۰ برس بعد ۴۰ھ میں ہوئی ہے۔ اور ایک صحابی رسول خود اس انداز میں ارشاد نبوی کی تشریح فرما رہے ہیں جس

سے اہلِ سنت کا اجماعی عقیدہ و نظریہ آپ سے آپ واضح ہو رہا ہے۔ اس حدیث میں الخلافۃ کے الفاظ میں جن سے مراد یہ ہے کہ اپنے صحیح اور حقیقی مفہوم کے اعتبار سے خلافت وہی ہے جو اس میں بیان فرمائی گئی ہے۔

مشکوٰۃ، کتاب الفتن سے متصلاً پہلے کتاب الرقاق کے بالکل آخر میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث ہے، جس میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

تکون النبوۃ فیکم ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعہا اللہ تعالیٰ، ثم تکون خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ ما شاء اللہ ان تکون، ثم یرفعہا اللہ تعالیٰ ثم تکون ملکاً عاضاً فیکون ما شاء اللہ ان یکون، ثم یرفعہا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ ثم سکت۔

تمہارے درمیان نبوت رہے گی جب تک اللہ چاہے گا کہ رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھالے گا۔ پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ رہے گی جب تک اللہ نے چاہا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھالے گا۔ پھر خونخوار بادشاہی آئے گی اور جب تک اللہ نے چاہا رہے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے بھی اٹھالے گا اور جبر و استبداد و تکبّر کی حکمرانی ہوگی اور اللہ جب تک چاہے گا، اس کا دور دورہ ہوگا۔ پھر اللہ اسے بھی اٹھالے گا اور دوبارہ منہاج نبوت کے مطابق خلافت قائم ہوگی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔

یہ حدیث مُسند احمد، اور امام بَیہقی کی دلائل النبوۃ سے مشکوٰۃ میں نقل ہوئی ہے اور اس کے ایک راوی حبیب بن سالم جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہم عصر ہیں ان کا بیان ہے کہ جب حضرت ابن عبدالعزیز سریر آرائے خلافت ہوئے تو میں نے یہ حدیث انہیں بطور تذکیر و یاددہانی کے لکھ کر ارسال کی اور ساتھ تحریر کیا کہ:

ارجوان تکون امیر المومنین بعد الملک العاض والجبریۃ فسُرّ بہ واعجبہ۔

دانتوں سے چبانے والی ملوکیت اور جابرانہ حکومت کے بعد میں امید کرتا ہوں کہ آپ ہی وہ امیر المومنین ہوں گے (جن کی خوشخبری اس حدیث میں دی گئی ہے اور جو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو از سرِ نو برپا کریں گے) اس پر حضرت عمر ثانی مسرور و شادمان ہوئے۔

اس حدیث سے دورِ خلافت اور دورِ فتن کے واقعات پر مزید روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد ملکِ عاض (یا بروایاتِ مختلفہ ملکِ عضوض)[1]۔ اس کے بعد ملکِ جبریّت اور اس کے بعد پھر دوبارہ خلافت علیٰ منہاج نبوت کا قیام ہوگا۔ اس حدیث میں بیک وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے لیے خوش کن بشارت اور آپ کے خاندان کے پیشروؤں کے حق میں سخت مذمت بھی تھی۔ آپ چونکہ ایک بے لوث اور خدا سے ڈرنے والے انسان تھے، اس لیے آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو اس عظیم خوشخبری کا اہل و مصداق ثابت کرنے کی کوشش کی، بنو امیہ کے جور و ستم کا حتی الوسع ازالہ فرمایا، حتیٰ کہ یزید کو امیرالمومنین کہنے والے پر کوڑے تک برسائے۔

دوسری روایات جن میں بارہ خلفاء کا ذکر ملتا ہے وہ بھی بلاشبہ صحیح ہے مگر اس کا مفہوم اور محمل بالکل دوسرا ہے ان میں بالعموم اثنا عشر خلیفۃً کے الفاظ مروی ہیں۔ یہ روایات ہمیں صرف یہ بتاتی ہیں کہ قریش میں سے بارہ حکمران ایسے نمایاں اور سربرآوردہ ہوں گے جن کے دور میں دین وملت اور مسلمانوں کی اجتماعیت کا شیرازہ کم و بیش بندھا رہے گا اور نظم مملکت درہم برہم ہو کر اختلال کا شکار نہ ہوگا۔ ان خلفاء کے نام متعین کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں بڑے تکلفات اور اشکالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تاہم شارحین نے نام گنوانے کی کوشش کی ہے۔ بعض نے خلفائے راشدین اربعہ کو بھی اس تعداد میں شامل سمجھا ہے اور ان سے آغاز کر کے بعد کے آٹھ نام پیش کیے ہیں۔ بعض حضرات نے خلفائے راشدین کے ماسوا دوسرے بارہ امراء پر اس کا اطلاق کیا ہے۔ میرے علم کی حد تک علمائے اہلِ سنت میں سے کسی نے بھی ان احادیث کو غیر مستند یا قابلِ رد قرار نہیں دیا۔ نہ ان سے اثنا عشری ائمہ اہلِ بیت کو مراد لیا ہے۔ صحیح بات بھی یہی ہے۔ ان سے اثنا عشریہ کے ائمہ تو مراد ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ انہیں وہ سیاسی سطوت و شوکت حاصل ہی نہیں ہو سکی جو ان احادیث کے سیاقِ کلام کا مقتضیٰ ہے۔ میں وضاحتِ مدعا کے لیے یہاں سُنَن ابی داؤد سے دو متعلقہ احادیث نقل کیے دیتا ہوں۔ ان سے بات زیادہ صفائی کے

---

[1] مثلاً حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت آنحضورؐ سے یہ ہے: ان ھذا الامر بدأ نبوۃ و رحمۃ ثم یکون خلافۃ و رحمۃ ثم ملکاً عضوضاً ثم کائن جبریۃ وعتواً وفساداً فی الارض۔۔۔۔

"اس معاملے کی ابتدا نبوت و رحمت سے ہوئی پھر خلافت و رحمت کا عہد ہوگا، پھر ملک عضوض کا دور دورہ ہوگا اور زمین میں ظلم و فساد ہوگا"

ساتھ سمجھ میں آسکے گی۔

ابوداؤد، ابواب الفتن والملاحم کی ایک حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مروی ہے:

لا یزال ھٰذا الدین قائما حتیٰ یکون علیکم اثنا عشرۃ خلیفۃ کلھم تجتمع علیہ الامۃ کلھم من قریش۔

یہ دین اس وقت تک قائم رہے گا، جب تک کہ تم پر بارہ خلیفے نہ ہو جائیں جن پر امت جمع رہے گی اور جو سب قریش میں سے ہوں گے۔

محدث الحافظ منذریؒ کی مختصر سنن ابی داؤد میں اس حدیث پر ایک مفصل نوٹ موجود ہے جس میں فرمایا ہے:

یکون المراد بالدین. الولایۃ والملک الی ان یذھب اثنا عشر خلیفۃ ثم تنتقل الامارۃ وھذا علی شرح الحال فی استقامۃ السلطنۃ لا علی طریق المدح۔

دین سے یہاں مراد ولایت و سلطنت ہے۔ یہاں تک کہ بارہ خلفاء گزر جائیں گے۔ پھر امارت کا خاتمہ ہو جائے گا اور یہاں محض اقتدار سلطنت کی تشریح مقصود ہے۔ یہ ارشاد بطور مدح و ستائش وارد نہیں ہے۔

اس کے بعد ایک قول کے مطابق یزید سے لے کر ابراہیم بن محمد اور مروان بن محمد کے نام گنوائے گئے ہیں۔ اس کے بعد دیگر متعدد اقوال بھی نقل کیے ہیں، مگر یہ سب ظن و تخمین پر مبنی ہیں اور یہاں ان کے دہرانے کی حاجت نہیں ہے۔

انہی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت اسی کتاب میں یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

لا یزال الدین عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ ۔ ۔ ۔ ۔ کلھم من قریش

یہ دین غالب رہے گا بارہ خلیفوں تک ۔ ۔ ۔ ۔ وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔

حافظ ابن القیمؒ اپنی تہذیب سنن ابی داؤد میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں خلافت کا لفظ حکمرانی کے عمومی مفہوم میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کی حدیث میں ہے کہ:

سیکون من بعدی خلفاء یعملون بما یقولون ویفعلون ما یؤمرون وسیکون من

عنقریب میرے بعد ایسے خلفاء ہوں گے جو وہی کریں گے جو کہیں گے اور وہی کریں گے جس کا حکم انہیں ہوگا اور پھر ان کے

بعدھم خلفاء یعملون بما لا یقولون ویفعلون ما لا یؤمرون . . .

بعد ایسے خلفاء ہونگے جو ایسے افعال کریں گے جو ان کے قول کے خلاف ہونگے اور ایسے کام کریں گے جو شرعی احکام کے مطابق نہ ہونگے . . . ؟

اس حدیث میں ان لوگوں کو بھی خلفاء کہا گیا ہے جن کے قول و عمل میں مطابقت نہ ہوگی اور ان سے ایسے افعال سرزد ہوں گے جو احکامِ شریعت کے خلاف ہوں گے۔

بہر کیف خلافتِ نبوت اور مطلق خلافت و امارت سے متعلق یہ دو طرح کی پیش گوئیاں بالکل الگ الگ ہیں جن کے مصداق میں یا تو تاریخی و توصیفی اعتبار سے مغایرت و مفاصلت ہے یا پھر ان دونوں میں خصوص و عموم کا فرق ہے۔ لیکن ان کے مفہوم و مدلول میں قطعاً کوئی ایسا تعارض نہیں ہے جو کسی اشکال کا باعث بن سکے، جس سے اہلِ زیغ کوئی فائدہ حاصل کر سکیں یا جسے خارجیت، ناصبیت یا شیعیت کے حامی اپنے حق میں استعمال کر سکیں۔ یہاں ایک جگہ وثوق و تعین سے چاروں خلفائے راشدین مہدیین مراد ہیں اور دوسری جگہ عمومی طور پر بارہ خلیفوں کا ذکر ہے جو قریش میں سے ہونگے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب اس کے بعد ہم "فتنۂ احلاس" والی حدیث کو لیتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں اس حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:۔

کُنّا قعوداً عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الفتن فاکثر فی ذکرھا حتی ذکر فتنۃ الاحلاس[1] فقال قائل وما فتنۃ الاحلاس؟ قال ھی ھرب وحرب۔ ثم فتنۃ السراء دخنھا تحت قدمی رجل من اھل بیتی یزعم انہ منی ولیس منی۔ انما اولیائی المتقون ثم یصطلح الناس علی رجل کورک علی ضلع ثم فتنۃ الدھیماء لا تدع احداً من

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ پھر آپ نے فتنوں کا ذکر فرمایا اور اسے خوب پھیلا کر بیان فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ نے فتنۂ احلاس کا ذکر کیا تو ایک شخص نے پوچھا کہ یہ فتنۂ احلاس کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ فرار اور مار دھاڑ ہے۔ پھر ایک خوشحالی کا فتنہ ہوگا جو میرے اہلِ بیت کے ایک شخص کے قدموں سے پھوٹ پڑے گا۔ وہ مجھ سے ہونے کا دعویٰ کرے گا حالانکہ مجھے اس سے کوئی

---

[1] حلس اس سیاہ نمدے اور جھول کو کہتے ہیں جو جانور پر ڈالی جائے یا جسے فرش پر چاندنی کے نیچے بچھا دیا جائے۔ مراد کوئی ہیبتناک اور ہولناک سلسلۂ واقعات ہے جو لوگوں کو خانہ نشینی پر مجبور کر دے۔

هذه الامة الا دامته دلمته فاذا قیل انقضت تمادت۔ یصبح الرجل فیها مومنا ویمسی کافرا حتی یصیر الناس الی فسطاطین فسطاط الایمان لانفاق فیه وفسطاط النفاق لا ایمان فیه فاذا کان ذالکم فانتظروا الدجال من یومه او من غده

واسطہ نہ ہوگا، میرے دوست اور ساتھی تو متقی افراد ہیں۔ پھر لوگ ایک دوسرے شخص پر مصالحت کریں گے جو پسلی پر کولھے کے مانند ہوگا۔ پھر ایک تیرہ و تار فتنہ ہوگا جو اس امت کے ہر فرد کو ایک نہ ایک چانٹا رسید کرے گا۔ پھر جب کہا جائے گا کہ یہ فتنہ فرو ہو گیا تو یہ طول کھینچے گا۔ ایک شخص صبح مومن ہوگا اور شام کافر۔ یہاں تک کہ لوگ دو کیمپوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک ایمان کا کیمپ جس میں نفاق کا وجود نہ ہوگا اور دوسرا نفاق کا کیمپ جس میں ایمان نہ ہوگا۔ جب ایسا ہو جائے تو دجال کا انتظار کرو، آج نہیں تو کل نکلے گا۔

اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث پے درپے دو تین فتنوں سے ہمیں خبردار کر رہی ہے جن میں سے ہر ایک کے مقابلے میں ہم کو اللہ سے پناہ درکار ہے (اعاذنا اللہ منہا)۔ ان میں سے ایک فتنہ ایسا ہے جس میں معلوم ہوتا ہے کہ چاروں طرف ایک لوٹ مار اور بھگدڑ مچی ہوئی ہوگی، ایک افراتفری بپا ہوگی۔ اس کے بعد دوسرا ایک فارغ البالی اور عیاشی کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوگا جسے اٹھانے والا خاندان نبوت سے منسوب تو ہوگا مگر فی الحقیقت پسر نوح کی طرح وہ اس نسبت و شرف کا مستحق نہ ہوگا کیونکہ آنحضورؐ کے فرمان کے مطابق آپ کے رفقاء و اولیاء تو تقویٰ شعار ہوتے ہیں۔

یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس سے مراد کیا ہے لیکن کوئی مسلمان جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو وہ اس بات کا تصور تک نہیں کر سکتا کہ اہل بیت کے جس شخص کا ذکر یہاں ہے، اس سے کوئی ادنیٰ اشارہ بھی (نعوذ باللہ) حضرات حسنینؓ کی جانب نکل سکتا ہے۔ نوخیزان بہشت کے ان قافلہ سالاروں (سیدا شباب اہل الجنۃ) کے تقویٰ اور طہارتِ نفس سے انکار کی جرأت آخر کیسے ہو سکتی ہے اور بھلا کیسے ہو سکتی ہے؟ اسی طرح جس شخص کا ذکر کورکٍ علی ضِلَعٍ کے الفاظ سے ہوا ہے، یہاں بھی یہ باور کرنے کا قطعاً کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر جیسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابی کا ذکر آنحضورؐ نے اس انداز سے فرمایا ہوگا بلا شبہ امر خلافت ان کے حق میں مستقیم نہ ہو سکا، اور ان کے جام شہادت نوش فرمانے سے پہلے ان کی اولو العزم مردانیوں کے ساتھ جا ملی تھی لیکن

حواریٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیر اور ذات النطاقین حضرت اسماء رضی اللہ عنہما کے لختِ جگر کے بارے میں ایسا استعارہ کیسے آپ استعمال فرما سکتے تھے جس میں استخفاف کا شائبہ پایا جاتا ہو۔ یہ ایسا محاورہ ہے جیسے اُردو یا انگریزی میں کہا جائے کہ فلاں شخص گاڑی کے آگے گھوڑا جوت دیا گیا ہے یا گول سوراخ میں چوکور ٹھونسا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص کسی موقع و منصب کے لیے موزوں اور اہل ہو تو عربی میں کہتے ہیں: ھو کالکف فی ساعد او کساعدٍ فی ذراع (وہ شخص انگوٹھی میں نگینہ ہے)۔

بعض اصحاب نے حدیث کے الفاظ کو بعض خاص گزشتہ واقعات اور افراد پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے، مثلاً شریف حسین والی حجاز نے جب ترکوں سے غداری کر کے انگریزوں کی حمایت کی تھی تو اس دور کے بعض علماء نے خیال کیا کہ شاید یہی دجل کورکٹ علی ضلع ہو مگر میرا ناقص گمان یہ ہے کہ ابھی تک امت ایسے فتنۂ عظیمہ سے دوچار نہیں ہوئی کیونکہ آگے کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ یہ فتنہ پر پُرزے نکالتا ہی چلا جائے گا، حتیٰ کہ پوری دنیا خالص ایمان اور خالص نفاق کے علمبردار دو کیمپوں میں منقسم ہو جائے گی، پھر مسیح دجال کا خروج اور مسیح ابن مریم کا نزول ہو جائے گا اور غالباً قیامت بھی دُور نہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے اور ان فتنوں سے اپنی پناہ کے حصار میں رکھے۔ آمین

قریش کے جن چھوکروں کے ہاتھوں امت کی تباہی کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، وہ بالکل حق ہے۔ صحیحین میں یہ احادیث موجود ہیں اور یہ بات بھی درست ہے کہ متعدد صحابہ و تابعین اور بکثرت محدثین و اصحاب سلف نے انہیں بنو مروان اور بنو امیہ کے جابر، ظالم اور شوریدہ سر امراء و عمّال پر منطبق کیا ہے۔ یہ ایک ایسی تلخ مگر ٹھوس حقیقت ہے جس سے کسی طرح اعراض ممکن ہی نہیں ہے۔ تاریخ و آثار کے صفحات سے اس سیاہی کو مٹانا یا اس پر لیپا پوتی کر کے اور سفیدی کے کوٹ چڑھا کر اس کی بدنمائی کو چھپانا، یہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ مؤرخ ہو، محدث ہو، فقیہ ہو یا متکلم ہو، اس معاملے میں جو شخص بھی اہل سنت اور سلف صالح کے بے لاگ اور معتدل مسلک کو سامنے رکھے گا وہ ان کالک کے داغوں اور خون کے دھبوں سے صرف نظر نہیں کر سکے گا۔

طولِ بحث سے بچتے ہوئے میں سُننِ ترمذی سے ایک روایت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ کتاب الفتن میں ہشام بن حسان کا ایک قول پوری سند کے ساتھ امام ترمذی نے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے:

احصوا ما قتل الحجاج صبراً فبلغ مائة الف وعشرين الف قتيل

شمار کرنے والوں نے حساب لگایا کہ حجاج نے کتنے افراد کو باندھ کر اور مشکیں کس کر قتل کیا تو ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار[۱۲] تک پہنچی۔ یہ امام ابو عیسٰی ترمذیؒ ترمذی کی روایت ہے جو امام المحدثین بخاریؒ کے شاگرد رشید ہیں اور جن سے امام بخاری نے خود حدیث اخذ کی ہے۔

ابو داؤد کتاب الفتن کی جس روایت میں امیر معاویہؓ کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ ہمیں ایسا اور ایسا کرنے کا حکم دیتے ہیں، یہ کنایہ و اشارہ میں بات کرنے کا ایک انداز ہے جس کا مفہوم حدیث کے سیاق و سباق سے بالکل واضح ہے۔ حدیث یہ ہے:

عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من بایع اماماً فاعطاہ صفقۃ یدہ وثمرۃ قلبہ فلیطعہ ما استطاع فان جاء آخر ینازعہ فاضربوا رقبۃ الآخر قلت: انت سمعت ھٰذا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سمعتہ اذنای ووعاہ قلبی، قلت: ھٰذا ابن عمک معاویۃ یامرنا ان نفعل ونفعل قال اطعہ فی طاعۃ اللہ واعصہ فی معصیۃ اللہ۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک امام کی بیعت کی، ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا اور دل و جان سے عہد کیا، اسے چاہیے کہ حتی الوسع اسی امام کی اطاعت کرے، پھر اگر دوسرا آئے جو پہلے امام سے جھگڑا کرے تو دوسرے کی گردن مار دو۔ راوی (عبدالرحمٰن) کہتے ہیں، میں نے پوچھا کہ آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ میرے دونوں کانوں نے اسے سنا اور میرے دل نے اسے محفوظ کر لیا۔ پھر میں (راوی) نے کہا کہ آپ کے چچازاد بھائی معاویہ ہمیں ایسے اور ایسے کام کرنے کا حکم دیتے ہیں تو حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ جس کام میں اللہ کی اطاعت ہو اس میں معاویہ کی اطاعت کرو اور جس میں معصیت ہو، اس میں ان کی نافرمانی ہو۔

حدیث کے پورے مضمون کا پس منظر صاف بتا رہا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ اپنے عہد خلافت میں بعض ایسی کارروائیاں کرتے تھے اور دوسروں کو کرنے کا حکم دیتے تھے جو حضرت عبداللہ بن عمرو اور راوی عبدالرحمٰن بن

عبدرب الکعبہ کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے منافی و مخالف تھیں۔ اس امر کی مزید وضاحت مسلم، کتاب الامارہ، باب الامر بالوفاء ببیعۃ الخلفاء کی حدیث سے ہوتی ہے جو اسی سند اور اسی متن کے ساتھ مروی ہے مگر اس میں نفعل و نفعل کے کنایے کو بالکل کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ حدیث کے جن الفاظ میں تشریح و تفصیل ہے، وہ یہ ہیں:

معاویۃ یامرنا ان ناکل اموالنا بیننا بالباطل ونقتل انفسنا واللہ یقول یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا قال فسکت ساعۃ ثم قال اطعہ فی طاعۃ اللہ واعصہ فی معصیۃ اللہ۔

معاویہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم اپنے مال باطل طریق پر آپس میں کھائیں اور اپنی جانوں کو قتل کریں حالانکہ اللہ کہتا ہے کہ "اے ایمان والو! آپس میں اپنے مال باطل طریقے پر نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنوں کی جانیں قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تم پر رحیم ہے۔" راوی کہتے ہیں کہ میری بات سن کر حضرت عبداللہ بن عمرو ایک ساعت خاموش رہے۔ پھر کہنے لگے: اللہ کی اطاعت میں معاویہؓ کی اطاعت کرو اور جب وہ معصیت کا حکم دیں تو ان کی نافرمانی کرو۔